ریاست قلات کی عدالتہائے قضاء کا پس منظر

Background of the Judiciary Courts of Qalāt State

محمد راشد*
شبیر احمد**

Abstract:

A Baloch government was established in the state of Qalāt as early as 1530. However, due to conflicts among the Baloch people and the eruption of a civil war, this government was not strong enough to enact any formal law and set up regular judicial system. Nevertheless, as Muslims, they preferred to settle their disputes according to Shariah principles. Although no systematic efforts to establish judicial system have been found in history, the Baloch people used to have a Jirga system consisting of trusted and authoritative scholars who would decide matters according to Islamic law. The first person to formally establish judiciary in Qalāt was Mir Ahmad Khan (1666-1695), the ancestor of the present Khawanis of Qalāt. During the subsequent period of the Khawanis, this system of judiciary remained in force until 1794 when Khan-e-Azam Mir Naseer Khan Noori Khan of Qalāt was appointed by the Balochs and he made a formal constitution for the state which was in the official language of that tim, i.e. the Persian.

When Khan Ahmad Yar Khan was appointed as Khan of Qalāt in 1936, he, by following the footsteps of his ancestor Noori Naseer Khan, drafted a constitution for the state of Qalāt in the name of the civil state of Qalāt. According to this constitution, five levels of courts were created. In 1952, four laws were enacted to govern the judicial system in the United states of Balochistan. In this article, the judicial system of the state of Qalāt has been elaborated in its historical context and main characteristics.

Key words: judicial system,State of Qalat, Shariah principles

*لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ،، کوئٹہ بلوچستان
**لیکچرار BUITEMS کوئٹہ بلوچستان

بلوچستان میں تاریخ قضاء کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا تاریخی پس منظر اور اس کے اور اس کے باشندگان کے امتیازات اور خصائص پر ایک نظر ڈالی جائے ۔

بلوچستان اور بلوچوں کے خصائص وامتیازات:

بلوچستان اور بلوچوں کو اللہ تعالیٰ نے دیگر باشندگان سندھ وہند پر کئی خصوصیات اور کئی وجوہ سے شرف بخشا ہے۔کچھ خصوصیات یہ ہیں:

پہلی خصوصیت: پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ ہندوسندہ میں سب سے پہلے اسلام بلوچستان کے سرزمین پر وارد ہو ا۔ صحابہ کرامؓم اجمعین اور تابعین کرام رحمہم اللہ کی مقدس جماعت کی قدوم میمونت نے اس سرزمین کو چار چاند لگادیا۔ بلوچستان کے علاقہ مکران میں سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کاورود ہوا۔ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں 16ھ میں پہلا غزوہ "جہاد فارس" کے نام سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جیسے اولو العزم صحابی کی سربراہی میں ہوا تھا۔ اس معرکہ میں اہل مکران نے اہل فارس کا ساتھ دیا تھا۔اس مبارک جہاد میں کافی لوگ مکران کے باشندے گرفتار ہوئے تھے۔جو بعد میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔[1]

ڈاکٹر عبد الرحمن براہوئی کی تحقیق کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد ایک مبصر سے بلوچستان کے علاقہ بدھ (کچھی) کے مشہور شہر " قندابیل" (گنجابہ، گنداوہ) کے متعلق پوچھا کہ قندابیل کیسا علاقہ ہے ؟تو اس نے کہا: یاامیر المؤمنین(ؓ) وہاں کا پانی خراب ہے، پھل اونی، دشمن بہادر ہے۔ اگر زیادہ آدمی ہوں تو بھوکوں مر جائیں اور اگر کم ہوں تو ختم کر دیئے جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمایا کہ اللہ تعالی مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں سوال نہ کرے جسے وہاں بھیجوں۔ کیونکہ وہاں کسی کو بھیجنا، ہلاکت کے منہ میں ڈالنا ہے [2]

دوسرے مؤرخین کے بقول یہ بتانے والے حضرت صحاری بن عباس العبدیؓ تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے۔ اس عہد میں مکران کی پہلی اور دوسری فتح کے علاوہ طوران(جھالاوان)بدھ(کچھی)قندابیل(گنجابہ گنداواہ)اور بلوچستان کے دوسرے علاقے فتح کئے گئے اور کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان علاقوں میں عبادت کے لئے مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ اس زمانہ میں عربوں نے بلوچستان میں اپنی آبادیاں قائم کیں، مکانات بنائے، کنویں کھودے، کاشتکاری کی اور دربار خلافت کو عشر کی ادائیگی ہوتی رہی ۔امراءوعمال مقرر کئے گئے، باقاعدہ محکمۂ قضاء قائم ہوا۔[3]

یہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن براہوی کی تحقیق ہے جبکہ "فتوح البلدان للبلاذری" میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ

جب خلیفہ بنے تو آپ نے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کر ہز کو عراق کا والی بنایا اور اسے لکھا کہ ثغر ہند کے متعلق انہیں معلومامت فراہم کی جائیں۔ تو عبد اللہ بن عامر نے حکیم بن جبلہ العبدیؓ کو معلومات فراہم کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے واپسی پر اہل مکران کے بارے میں جو بیان دیا تھاوہ اب تک بھی تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

''ماؤھا وشل وثمرھا دفل ولصھا بطل ان قل الجیش فیھا ضاعوا وان کثروا جاعوا ''۔[4]

(ترجمہ: اس کا پانی کھارا، پھل کچھا (بے ذائقہ) اور چور (دشمن) دلیر و بہادر ہے۔ اگر ان کے مقابل فوج کم ہو تو شکست سے دوچار ہو جائے اور اگر زیادہ ہو تو بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں)۔

دوسری خصوصیت: دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انگریز استعمار نے غیر منقسم بر صغیر پر قبضہ کرنے کے بعد پورا عدالتی نظام کو تہہ و بالا کر دیا اور اپنا سیکولر نظام عدالت نافذ کیا، مگر انہوں نے گونہ گوں اختیارات کے باوجود بلوچستان کے نظام اسلامی عدالت میں سر مو کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس سے بلوچستان کے لوگوں کی اسلام دوستی کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

تیسری خصوصیت: بلوچستان کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کئی صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں۔ بلوچستان کے مندرجہ ذیل علاقوں میں صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں:

تُربت (کیچ): تُربت فارسی میں قبر کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، اس لیے ان ہی قبروں کی وجہ سے اس کو تُربت کہا جاتا ہے۔

پنجگور: پنجگور کا معنی ہے '' پانچ قبریں''۔ چونکہ یہاں پانچ صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں۔ اس لیے اس کو پنجگور (پانچ قبروں والا علاقہ) کہا جاتا ہے۔

خضدار: یہاں تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں صحابہ کرامؓ کا آنا اور اس کو اپنا مسکن بنانا تاریخی طور پر ثابت ہے۔

قلات: ریاستِ قلات کے دور خلافت میں یہی '' دار الخلافۃ'' تھا اور اب بھی ہے۔

ان کے علاوہ مؤرخین کے مطابق بلوچستان کے علاقہ '' دشت اسپینز نڈ اور آب گم'' میں بھی صحابہ کرامؓ کی کچھ قبریں اور مزارات ہیں۔

چوتھی خصوصیت: ارض بلوچستان کو یہ بھی خصوصیت و شرف حاصل ہے کہ یہاں صحابہ کرامؓ کے مزارت

کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی کی ہوئی مساجد بھی ہیں۔ معجم البلدان میں ہے:

خاشَک: مدينة مشهورة من مُدن مُكران وفيها مسجد يزعمون أنه لعبد الله بن عمر[5]

ترجمہ: " خاشک مکران کے شہروں میں سے ایک مشہور شہر ہے۔ اس میں ایک مسجد ہے جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی مسجد ہے۔

نوٹ: خاشک کا موجودہ نام " واشک " ہے۔ جو خاران سے جنوب میں واقع ہے۔ پہلے یہ ضلع خاران کا تحصیل تھا اب اس کو مستقل ضلع بنایا گیا ہے۔

قضاء ریاست بلوچیہ (مکران) میں

بہر صورت بلوچستان کو صحابہ کرامؓ کی قدم بوسی کا شرف سب سے پہلے حاصل ہوا اور یہاں اسلام کا نظام عدل ،نظام قضاء سب سے پہلے نافذ ہوا۔ جو اسی وقت سے ابھی تک مسلسل چلا آرہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرت موسیٰ اشعریؓ (جو کہ بصرہ کے امیر تھے) مکران (ریاستِ بلوچیہ) میں بحیثیت قاضی بھی لوگوں کے تنازعات کا تصفیہ فرماتے تھے۔ اس لیے آپ کو ریاست بلوچیہ (مکران، بلوچستان) کا سب سے پہلا قاضی کہا جاتا ہے۔ مگر اکثر مؤرخین آپؓ کو پہلا امیر مکران جبکہ حضرت حکیم بن جبلہ العبدیؓ کو " **پہلا قاضی** " قرار دیتے ہیں، کیونکہ آپؓ صرف قاضی تھے، کوئی دوسرا عہدہ بوقت قضاء آپ کے پاس نہ تھا۔ آپؓ مکران کے تین امراء کے دور امارت میں یعنی حضرت امیر عبید اللہ بن معمر التمیمی۔ حضرت عمیر بن عثمان بن سعد اور حضرت سعید بن کندیرؓ، فریضۂ قضاء انجام دیتے رہے۔ بعضے مؤرخین نے آپ کو سندھ کے قضاۃ میں شمار کیا ہے۔ ان کی یہ بات بھی تاریخی اعتبار سے درست ہے کیونکہ اس زمانہ میں مکران اور بلوچستان سندھ کے حصے تھے۔[6]

قضاء ریاستہائے متحدہ بلوچستان (قلات) میں

اگرچہ 1530ھ میں قلات میں بلوچوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔، مگر بلوچوں کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے ان کی حکومت اتنی مستحکم نہیں ہو سکی کہ وہ اپنا کوئی باقاعدہ قانون تیار کرتے اور باقاعدہ کوئی نظام ترتیب دیتے اور عدالتوں کے لئے قواعد بنا لیتے۔ تاہم بحیثیت مسلمان وہ اپنے تنازعات کا تصفیہ شرعی اصولوں کے مطابق کیا کرتے تھے۔ گو کہ تاریخ میں اس سلسلے میں کسی منظم عدالتی کوشش کا سراغ نہیں ملتا ہے تاہم بلوچ عوام کا معتمد و مستند اہل علم پر مشتمل جرگہ ہوتا تھا جو آپس کے معاملات کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔

سب سے پہلے جس شخص نے قلات میں باقاعدہ طور پر محکمۂ قضاء کی بنیاد رکھی، وہ موجودہ خوانین قلات کے جد امجد میر احمد خان (1666-1695ء) ہیں۔ خان آف قلات میر احمد خان ایک نیک خو اور نیک سیرت

اور متشرع انسان تھے۔ اس نے اپنے دور میں تمام تنازعات کے طریقہائے تصفیہ کو شریعت کے زرین اصولوں کے مطابق کر دیا۔ اور ہر جگہ شریعت کی بالادستی کو نافذ کیا۔ اس کے بعد کے خوانین کے دور میں قضاء کا محکمہ بدستور قائم ونافذ رہا یہاں تک کہ 1794ء میں بلوچوں کے خان اعظم میر نصیر خان نوری صدارت کی کرسی پر براجماں ہوا۔ جو صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ بلوچ عوام اس کی بہت احترام کیا کرتا تھا اور اب تک کرتا چلا آ رہا ہے۔ اسی بزرگی واحترام کی وجہ سے بلوچ عوام کے ہاں **"نصیر خان ولی اور نصیر خان نوری"** جیسے القاب سے ملقب ومشہور ہیں۔ نصیر خان نوری نے اپنے دور حکمرانی میں شریعت کے نفاذ کے لئے اور اس پر سختی سے عمل کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی اور تمام شعبہائے زندگی میں شرعی احکام کو نافذ فرمایا، تمام قبائلی علاقوں میں مسجدیں بنوائیں، پابندی صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے متعلق باقاعدہ سرکاری طور پر احکامات جاری کئے، محتسب کا ادارہ قائم کیا، پردے کی پابندی کے لئے احکامات جاری کئے، ہر قسم کی غیر اسلامی رسومات کو موقوف کیا، جرام پیشہ افراد اور شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے شرعی سزائیں مقرر کیں۔[7]

"تاریخ بلوچ قوم وخوانین بلوچ" (جو خوانین قلات کے ریکارڈ کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے) میں کئی جگہ میر نصیر خان نوری کے شرعی احکامات کے اجراء کے بارے میں ان کے اقدامات کا ذکر ملتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نصیر خان اعظم نے بلوچ دنیا میں اسلام کی خوب ترویج اور تبلیغ کی، بلوچ دنیا میں جو غیر اسلامی رسومات جاری وساری تھیں، ان کو بیک جنبش قلم ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے شرعی درے وغیرہ کی سزائیں مقرر کیں"۔[8]

خان اعظم نے ایک ایسا دستور حیات بلوچی دنیا میں نافذ کر دیا جو کہ بلوچی رسم ورواج اور شرعِ انور کا عجیب وغریب امتزاج تھا۔ تبلیغ دین متین کے لئے زور وشور سے کام جاری وساری تھا اور شرعی فیصلوں سے متعلق ملک بھر میں محکمۂ قضاء قائم کیا۔[9]

میر نصیر خان نوری نے اجراء شرع محمدی اور باقاعدہ تبلیغ دین متین کے لئے ایک منظم تبلیغی اور تحقیقی کمیٹی مرتب فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو دین اسلام کے احکام وارکان سے باخبر اور آگاہ کرے اور یہ کہ احکام دین اور ارکان اسلام پر کہاں تک عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اور اس کو نوے درے لگانے تک بطور سزا بصورت خلاف ورزی کا بھی مجاز فرمایا۔ اس شرعی کمیٹی کے سربراہ "اخوند غلام محمد اور پنڈوخ چوبدار" تھے"۔[10]

شرعی احکامات کے نفاذ اور دین اسلام کی تبلیغ کے لئے خان نصیر خان نوری نے ایک فرمان جاری فرمایا تھا جس میں دیگر شرعی احکامات کے علاوہ "حد قذف" کے نفاذ اور سود کی ممانعت کا حکم ہے۔[11]

یہ شرعی احکامات اس وقت تک بلوچی حکومت میں نافذ رہے جب تک انگریز نے قلات پر قبضہ نہیں کیا۔ انگریز نے جب قلات پر قبضہ کیا تو بقیہ ہندوستان کی طرح یہاں کے عدالتی نظام کو انگریزی نظام عدالت میں تبدیل نہیں کیا، بلکہ جرگہ سسٹم جاری کیا جو انگریزوں کے نامزد سرداران بلوچ پر مشتمل ہوتا تھا۔ مگر یہ سردار چونکہ بلوچ تھے اور اسلامی احکامات پر عمل کرنا ان کی سرشت میں داخل تھا، اس لئے یہ بھی شرعی معاملات کا تصفیہ علمائے کرام سے کرکے اس کے مطابق احکامات جاری کرتے۔

1876ء تک معاملات کے تصفیہ کا طریقہ یہی تھا۔ 1876ء کے بعد انگریز پورے بلوچستان پر قابض ہوا اور خان خدائیداد خان کو انگریزوں نے "ہز ہائی نس" کا لقب دیا اور مبلغ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ اس کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ چونکہ یہ انگریز کی ایماء پر کام کرتا تھا، اس لیے 1893ء میں بلوچ سرداروں کی ایماء پر اسے معزول کرکے جیل میں بند کیا اور اس کے بڑے بیٹے محمود خان کو خان قلات مقرر کیا گیا۔ جو بعد میں جیل ہی میں وفات پا گیا۔ میر محمود خان کے دور میں انگریز کے قوانین و حکم چلتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی میر اعظم جان کو خان قلات مقرر کیا گیا۔ ان کا دور صرف ایک سال نو ماہ رہا۔ انہوں نے اپنے دور میں گو کہ سرداروں کے ساتھ کچھ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی، مگر حکم اور قانون انگریز کا چلتا رہا۔ یہ خان ایک سمجھدار اور نیک انسان تھا۔ مگر انگریزی عمل دخل کی وجہ سے ان کے دور میں بھی اسلامی قوانین اور احکامات کے بارے میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ 1933ء میں ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے "خان احمد یار خان" والیئ قلات بنے جو اپنے جد امجد میر نصیر خان نوری کی طرح نیک سیرت اور پاک باز انسان تھے۔ باوجود انگریزی حکومت کے عمل دخل کے انہوں نے آتے ہی بلوچ علاقوں کا دورہ کیا، تمام بلوچ سرداروں سے اپنے رابطے استوار کئے۔ اپنے دور حکومت میں تعمیری و سیاسی امور انجام دینا شروع کیے۔ اولین قدم انہوں نے یہ اٹھایا کہ اپنے جد اعلیٰ خان اعظم نصیر خان نوری کے فرمان شریعت 1159ھ کو دوبارہ سارے بلوچستان میں نافذ کیا جس کی رو سے تمام غیر اسلامی رسوم کی بندش اور اسلامی احکامات کے نفاذ کا حکم جاری فرمایا۔ یہ فرمان فارسی زبان میں ہے جو حسب ذیل ہے:

"حکم عالی شد آنکہ سرکردگان وسائر مردمان ایلات براہوئی، جہلاوان ومردم سکنائے رودین جو، سوراب، وگدر، مشکے دنال، وڈھ وخضدار، وزیدی کرخ، وچکووباغبانہ، وزہری دپندران وغیرہ بتوجہات خاطر عالی بودہ۔ بدانکہ کہ دریں وقت فضیلت وبلاغت پناہ قاضی غلام محمد محتسب ورفعت نشان پنڈوخ چوبدار رابرائے اجراء امر بالمعروف ونہی عن المنکر مامور روانہ موردداوانہ آں طرفہا فرمودہ شدہ کہ جابجا گشتہ امر بالمعروف ونہی

عن المنکر حکماً وبدلالت واستمالت اجراءی نمایند۔ سعی باید کرد کہ ہر احدے ایشاں موجب دلالت واستمالت محتسب مذکور از قرار تفصیل ذیل:

سرود وطنبور، ونے، وچنگ ودف، وغیرہ سرودہادر بدعت خانہ ہائے فقیراں وشادی وعروسی وسنت نہ شود۔

مردان وزنان در عروسی بازی ورقص نہ کنند۔

بنج وجرس وغیرہ مسکرات نہ خوردند وزراعت بنج ہم نہ کنند۔

ضعیفہا(زنان)روبرہنہ دربازار وکوچہانہ گردند۔

سیر وصحبت کہ جوانان جمع شدہ در تکیہ ہاوغیرہ جاہا گوسفند کشتہ جشن مے کنند سر بدعت آن ہست احدے نہ کند۔

سودائے بریدہ کہ بیع سلم ہست بغیر ہفت شرط شریعت نہ کنند۔

مردان وزنان مسلمان درماتم ہاسر برہنہ نہ کردہ روئے وجان نہ خراشیدہ وخون نہ کردہ نوحہ نہ نمایند۔

در دائرہ فقیران مسلمانان را نشستن نہ گزارند۔ مردم مسلمانان زلف نہ گزارند۔

نماز جمعہ رااستوار داشتہ در شہر ہاناغہ نہ کنند۔ ہر کس بہ مسجد ہانان پختہ ہر محلہ ملاہائے مساجد خود رابدہند ونماز در اول وقت خواندہ بہ تنگ وقت نہ گزارند۔

مردان وزنان راتہمت ناحق بہ زنامے دہند ہشتاد درہ بہ تہمت دہندہ زدہ بہ سختش باور نہ کنند۔ پسر ودختر رابے گناہ ایذانہ رسانند۔

شیخہا کہ بر سر موئے می گزارند وبر بیار ایشاں رای برند سر موئے ایشاں راتراشیدہ بر سر بیار بردن نہ گزارند وبہ گفتہ ایشاں باور نہ کنند۔

گوسفند بر قبرستان وسنگ آستانہ نہ کشتہ وروئے خونی فرزند وعروسی واسپ وغیرہ نہ کنند گوشت آنہا حرام مطلق است۔

ازمال زکوۃ چہل یک دہن ودر زمینہاکسے خراج نمے دہند" دہ یک" زکوۃ بدہند۔

مسلماناں وہندواں راسود گرفتن نہ گزارند۔

دخیلات ہر یک ملا نگاہ داشتہ بہ او خیرات دادہ نماز رابا جماعت بکنند، استوار بودہ احدے وفردے قدم از دائرہ شریعت بیرون نہ گزاشتہ موجب دلالت ومنع فضیلت پناہ ومشارالیہ بعمل آوردہ ہیچ تخلف وانحراف نہ وزیدہ۔ دریں باب تاکیداکید وقد عن بلیغ دانستہ حسب المقرر عمل داشتہ در عہد شناسند۔(تحریر فی التاریخ ۵۲ جمادی الثانی 1156ھ)[12]

اس ہدایت نامہ کے اجراء کے بعد میر احمد یار خان نے 1937ء میں فرمان نمبر ۶ جاری فرمایا۔ یہ فرمان بھی فارسی

زبان میں ہے۔ اس فرمان میں مالی امور، خون بہا میں اقوام معزز بلوچ، براہوئی وغیرہ بمقابلہ کمتر اقوام از قسم جٹ، جت نقیب، درزادہ، ہندو وغیرہ کے مابین جو فرق اسلامی شعائر کے خلاف تھا، اسے ختم کر کے تمام انسانوں کے خون بہا کو شریعت اسلامی کی ہدایات کی روشنی میں مساوی طور پر مقرر کرنے کا حکم دیا۔ نیز دیگر غیر شرعی احکامات جو بلوچوں میں مروج تھے، کو ممنوع قرار دینے کے علاوہ تمام دیوانی مقدمات کے فیصلوں کے لئے شریعت کو ملک کا قانون قرار دے کر حکم صادر فرمایا کہ:

"ماسوائے تنازعات ذیل کہ دران زنان تعلق یا حقوق عمی نہ دارند۔ جائیداد سرداری واسلحہ کہ اول الذکر تعلق بخدمت حکومت وثانی الذکر موسوم بدستار کہ خاص برائے سردار قوم مقرر است وثالث الذکر بہ رجال یا مردان تعلق دارد۔ باقی در ہر قسم جائیداد مثلاً میراث وترکہ، قرضہ، رہن، نقدی ومال آب واراضی، مہر ونکاح وغیرہ زنان راحق حاصل است، واین چنیں دعویات بہ موجب شرع انور طے خواہند شد"۔[13]

اس فرمان میں کل ۶ دفعات ہیں۔ نمبر ۵ میں قاضیوں اور مبلغوں کی تقرری کا ذکر اس طرح ہے:

"در نیابت ہائے وعلاقہ جات سرداران قومی حکومت قلات علماء وقاضیان برائے ترویج شریعت وقضاء، وعظ وپند ونصائح عنقریب از دربار قلات مقرر ومعین خواہند شد۔[14]"

ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں عدالتوں کا طریقہ کار اور اختیارات

عدالتی کاروائی کو منضبط کرنے کے لیے 1936ء میں خان احمد یار خان نے ایک دستور العمل جاری فرمایا۔ اس دستور العمل میں خان آف قلات خان احمد یار خان نے تحصیلوں اور سب تحصیلیوں کے افسروں کے فوجداری اور دیوانی مقدمات ومعاملات کے طریقہائے تصفیہ اور اختیارات کو متعین کیا۔ یہ دستوارالعمل دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ (حصہ الف) فوجداری مقدمات کے طریقہائے تصفیہ اور دوسرا حصہ (حصہ ب) دیوانی مقدمات کے طریقہائے تصفیہ پر مشتمل ہے۔

عدالتوں کے درجات

اس دستورالعمل (1963ء کے دستور) میں عدالتوں کے پانچ درجات بنائے گئے تھے:

نائب تحصیلدار کی عدالت

تحصیلدار کی عدالت

نائب وزیر اعظم کی عدالت

وزیر اعظم کی عدالت

دربار عالیہ (خان معظم) کی عدالت

نائب تحصیلدار کی عدالت کو فوجداری مقدمات کی صورت میں ایک ماہ تک قید اور پچاس روپے تک جرمانہ کے اختیارات حاصل تھے۔ دیوانی مقدمات میں اراضی، پانی اور عورتوں سے متعلقہ مقدمات کی سماعت کا اختیار انہیں حاصل نہیں تھا، البتہ دیگر مقدمات میں شریعت کے فیصلے اور جرگہ کی رائے پر آخری حکم دینے کے مجاز تھے۔

تحصیلداروں کو چھ ماہ قید اور دو سو روپیہ جرمانہ تک کے اختیارات حاصل تھے۔ انہیں بھی ذیل مقدمات کے اختیارت حاصل نہ تھے۔ ہر قسم کے قتل، اقدام قتل، ڈاکہ، سیاہ کاری، اغواء، اغلام بازی زہر خورانی، انسان ومویشی بغیر مرگ خلل امن کسی عضوبدن انسانی کی بیکاری بوجہ ضرب شدید معاملہ زمین آب وزن۔

نائب وزیر اعظم کی عدالت کو دو سال تک سزائے قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ تک کے اختیارات حاصل تھے، البتہ اس کی عدالت کو بھی اقسام قتل، ڈاکہ، سیاہ کاری اور زمین وآب سے متعلق مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل نہ تھا۔ عدالت وزیر اعظم عدالتہائے نائب تحصیلداران، اور تحصیلداران کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کی مجاز تھی۔

عدالت وزیر اعظم قلات کو چودہ سال تک قید اور جرمانہ لامحدود مالیت کے اختیارات حاصل تھے اسے نائب وزرائے اعظم کی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کے ختیارات حاصل تھے، اور تمام زیریں عدالتوں کے احکامات کے خلاف عدالت وزیر اعظم کو نگرانی کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ وزیر اعظم کی عدالت کے فیصلے کے خلاف دربار عالیہ قلات کو اپیل ونگرانی کے اختیارات حاصل تھے دربار عالیہ سے جو حکم صادر ہوتا وہ قطعی ہوتا۔

اپیلوں اور نگرانی کے لیے مختلف میعاد مقرر تھیں، مثلا: نائب تحصیلداراور تحصیلدار کی عدالتوں کے خلاف نائب وزیر اعظم کی عدالت میں اپیل کی میعاد ایک سال تھی۔ وزیر اعظم کی عدالت میں اپیل کی اور نگرانی کی میعاد چھ ماہ تھی، جبکہ وزیر اعظم کے فیصلے کے خلاف اپیل ونگرانی دونوں کے لیے میعاد تین ماہ تھی۔ جو دربار عالیہ قلات میں دائر کی جاتی تھی۔ ان مقررہ میعادوں کے بعد کوئی اپیل ونگرانی قابل سماعت نہیں تھی۔

دیوانی مقدمات میں نائب تحصیلدار کو سو روپیہ اور تحصیلدار کو پانچ سو روپیہ تک کے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل تھا۔

نائب وزیر اعظم کو دس ہزار روپیہ مالیت تک کے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل تھا، دس ہزار روپیہ مالیت سے زائد ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا اختیار وزیر اعظم کو حاصل تھا، البتہ وزیر اعظم کی عدالت میں نائب وزیر اعظم کے فیصلے کے خلاف اپیل کی میعاد چھ ماہ تھی۔ دیوانی مقدمات میں نگرانی کے اختیارات نائب

وزیر اعظم کو حاصل نہ تھے۔ بلکہ یہ اختیارات وزیر اعظم کو حاصل تھے۔ زیرین عدالتوں کے خلاف نگرانی کی درخواست چھ ماہ کے اندر اندر دائر کی جاسکتی تھی۔ آخری عدالت دیوانی مقدمات میں بھی دربار عالیہ کی عدالت تھی جس کا فیصلہ اپیل اور نگرانی کی درخواستوں پر آخری اور قطعی تھا۔

اگرچہ اس قانون میں دفعات نہیں لکھی گئی تھیں تاہم نمبر شمار کی بنیاد پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ حصہ الف جو کہ فوجداری مقدمات سے متعلق تھا۔ اس میں کل چھ دفعات تھیں۔ دفعہ ۳اور ۴ میں تین، تین ذیلی دفعات تھیں جبکہ دفعہ ۵ میں پانچ ذیلی دفعات تھیں۔ دفعہ ۲۱ کے بعد نمبر شمار ۲ میں اس دستور العمل کے نفاذ کا ذکر تھا کہ یہ دستور العمل یکم اپریل 1936ء سے نافذ ہو گا اور نمبر شمار ۳ میں طریق کار امسلہ جات کا ذکر چار ذیلی دستور العمل کے بعد مختلف احکامات دربار قلات سے مختلف شرعی قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں جاری ہوتے رہے۔ کتاب "تاریخ خوانین بلوچ" میں بہت سے فرامین کو نقل کیا گیا ہے، چنانچہ فرمان مصدرہ بالا نمبر ۶ کی رو سے ہر تحصیل وسب تحصیل میں قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا، یہ قاضی حضرات لوگوں کے مقدمات کی سماعت شریعت کے مطابق بڑے سیدھے سادے طریقے سے کرکے انتظامیہ کے سپرد کرتے اور انتظامیہ (نائب تحصیلدار، تحصیلدار، نائب وزیر اعظم، وزیر اعظم) ان پر آخری حکم صادر فرمایا کرتے تھے اور ان کا نفاذ کیا کرتے۔[15]

1345ھ میں ایک سابق دستور العمل کی بجائے ایک نیا دستور العمل ترمیمی نافذ کیا گیا تھا۔ سابق دستور العمل کیا تھا، وہ نہ مل سکا۔ اس نئے دستور العمل جو کہ فارسی میں تھا، کی کل دفعات پندرہ تھیں۔ اس دستور العمل کی دفعہ ۸ میں فیصلہ کی بنیادوں کا ذکر ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

"بروقت حاضری فریقین حاکم عدالت کوشش نماید بمصالحت فریقین مقدمہ فیصلہ شود یا بذریعہ شریعت فیصلہ کردہ شود۔ اگر معاملہ تعلق برسم ورواج داشتہ باشد ضرورت باشد کے بذریعہ جرگہ فیصلہ کردہ شود پس بہ منظوری وزیر اعظم صاحب مقدمہ رادر جرگہ پیش نمودہ شود۔ اگر فریقین ازاہل ہنود باشند مقدمہ راسپرد پنچائیت بہنود کردہ شود یا در جرگہ مشترکہ کہ دراں ہندو ہم ممبر باشند پیش نمودہ شود۔ آخری حکم بررائے جرگہ وپنچائیت وزیر اعظم خواہد داد۔"

ترجمہ: "فریقین کی حاضری پر حاکم عدالت کوشش کرے گا کہ معاملہ کا تصفیہ فریقین کے مابین مصالحت کی صورت میں ہو یا ثالث کے ذریعہ فیصلہ کیا جائے اور یا شریعت کے ذریعہ اور اگر معاملہ رسم ورواج سے متعلق ہو تو معاملہ کو جرگہ کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ اگر فریقین کا تعلق اہل ہنود سے ہو تو مقدمہ کو ان کی پنچائیت کے روبرو پیش کیا جائے گا یا ایسے جرگہ میں پیش کیا جائے گا کہ جس میں ممبران ہندو بھی ہوں۔ آخری حکم جرگہ اور پنچائیت کی رائے پر وزیر اعظم صاحب فرمائیں گے۔

اس دستور العمل کی رو سے اپیل کی سماعت کے لیے صرف وزیر اعظم کی عدالت اتھارٹی تھی۔ وزیر اعظم کے

حکم کے خلاف اپیل عالی جاہ خان صاحب کے حضور ہو سکتی تھی جو کہ آخری اتھارٹی تھی، بعد ازاں قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کے لیے وزارت معارف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ 1949ء میں ایک دوسرا فرمان بالا جاری کر کے حکم دیا گیا کہ دیوانی مقدمات کا فیصلہ ہر حال میں شریعت کے مطابق کیا جائے۔ غریب، امیر سردار وعوام کا اس میں کوئی فرق نہ کیا جائے، نیز 3 جنوری 1948ء کو دار العوام کی پاس کردہ قرارداد دار الامراء نے بالاتفاق پاس کر لیا کہ:

"ملک میں قتل وجرائم کے لیے جو ضابطہ محض خون بہا کی صورت میں موجود ہے، اس کو منسوخ کر کے اس کی جگہ قصاص ودیت کا اسلامی قانون رائج کیا جائے اور اس کے مطابق سزائے موت یا دیگر سزائیں رکھی جائیں"۔

یہ قرار داد 13 دسمبر 1947ء کو دار العوام سے پاس ہوئی اور پھر مکمل شرعی قوانین کے نفاذ کے لیے ایک اور قرار داد دار العوام نے 15 دسمبر 1947ء کو پاس کی۔[16]

دار العوام اور دار الامراء کے اجلاسوں کے اختتام پر حکومت قلات نے یہ اعلان جاری فرمایا:

"ملت بلوچ کے ہر دیوان ہائے خاص وعام نے بہ اتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کی حکومت بلوچی قلات کا دستور العمل اور آئین اسلام اور قرآن کریم ہو گا"۔

بعد ازاں خان قلات (خان احمد یار خان) نے قوانین اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے کمیٹی تشکیل دینے کا اظہار اپنے خطبے میں کیا اور فرمایا:

" آپ کے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے میں کمیٹی بناؤں گا جو عنقریب اپنا کام شروع کر دے گی۔ اس کمیٹی کا پروگرام یہ ہو گا کہ کس طرح سے ہم سلطنت اور موجودہ غیر اسلامی یا نیم اسلامی نظام شریعت وتمدن کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی اور قرآنی نظام میں تبدیل کر سکتے ہیں"۔[17]

اس کے بعد قلات میں دیوانی مقدمات کے لیے دستور العمل دیوانی قلات کے نام سے ایک نیا قانون بنایا گیا جو اَب تک سابقہ ریاستہائے قلات (قلات، مکران، لسبیلہ اور خاران) میں نافذ العمل ہے۔ جس کی رو سے علمائے دین پر مشتمل عدالتیں ہر قسم کے دیوانی مقدمات کا فیصلہ شرع انور کے احکامات کی روشنی میں کرتی ہیں۔ ان فیصلوں میں شرعی قوانین کا مع عبارتہائے کتب حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور مکمل عبارت مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔ اپیلوں کے لیے عدالتہائے مجلس شوریٰ بھی اسی دستور العمل دیوانی قلات کے تحت قائم ہیں جو کہ وزارت معارف کی بجائے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر 697 مجریہ 12، 26 جولائی 1955ء ترمیم کی صورت میں وجود میں آئی تھیں۔ عدالتہائے مجلسِ شوریٰ کے فیصلے بھی قرآن واحادیث اور فقہ کی عبارات سے مزین ومبرہن ہوتے ہیں۔

1952 کا نظام قضاء:

1952ء میں ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں عدالتی نظام چلانے کی خاطر چار قوانین نافذ کیے گئے :

قانون دستور العمل دیوانی قلات

قانون شہادت ریاست قلات

تعزیرات قلات

ضابطہ فوجداری قلات[18]

خان آف قلات کی آروزِ نفاذ اسلامی قوانین

27 رمضان المبارک کے خطبہ جمعہ میں خان صاحب نے فرمایا:

" میرے دل میں تین آرزوئیں پرورش پاتی رہی ہیں ....(ب) اس سلطنت میں ہماری سابقہ روایات کے مطابق مکمل طور پر شرعی حکومت ہو اور ہمارا آئین قرآنی ہو" ۔[19]

ائے بسا آروز کہ خاک شدہ! حدود کے بارے میں خان آف قلات کی تشکیل کردہ کمیٹی نے اپنا کام مکمل نہیں کیا تھا کہ ریاستِ قلات کو پاکستان میں مدغم کر دیا گیا اور یوں آف قلات کی تشکیل کردہ کمیٹی کا کام یک لخت بند ہو گیا اور وہ خواہش جو خان صاحب قلات کے سینے میں موجزن تھی اور خان صاحب کو بے چین کی ہوئی تھی، چاہنے کے باوجود پوری نہ ہو سکی اور ملت بلوچ پر شریعت کی بجائے انگریز کے نظام عدالت کو بزور مسلط کیا گیا۔ قرآنی آئین کی بجائے انگریزی آئین کو لاگو کیا گیا۔ جس کی رو سے تعزیرات پاکستان نے حدود و قصاص کی جگہ لے لی۔ ضابطہ فوجداری قلات جو کہ شرعی قوانین کی روشنی میں مرتب کیا گیا تھا، کی جگہ ضابطہ فوجداری پاکستان ، قانونِ شہادت ریاست قلات کی جگہ قانون شہادت پاکستان نے لے لی۔ اور یوں کرتے کرتے ریاستِ قلات کے ان تینوں قوانین جو ماہرینِ شرع کی نگرانی میں مرتب کیے گئے تھے ، کو مختلف ادوار میں مختلف مراحل میں منسوخ کر دیے گئے۔ اب صرف دستور العمل دیوانی قلات برائے نام نافذ العمل ہے۔ اس کے منسوخ کرنے کی کوششیں روزِ اول سے جاری و ساری ہیں۔

خلاصہ بحث

بلوچستان وہ سر زمین ہے جہاں سب سے پہلے اسلام کی دعوت پہنچی اور باختلاف روایات حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے ادوار میں جلیل القدر صحابہ کی آمد تاریخ سے ثابت ہے جنہوں نے یہاں کے باسیوں کو نظم و ضبط کی لڑی میں پرونے کے لیے امرا اور عمال مقرر کیے محکمہ قضاء قائم کیا تاریخی روایات کے مطابق سب سے پہلے جس شخص نے قلات میں باقاعدہ طور پر محکمۂ قضاء کی بنیاد رکھی، وہ موجودہ خوانین قلات کے جد امجد جناب میر

احمد خان(1666-1695ء)ہیں۔میر نصیر خان نوری نے شرع محمدی کے اجراءاور دین متین کی تبلیغ کے لئے منظم تبلیغی اور تحقیقی کمیٹی ترتیب دیں اور ریاست کے لیے ایک دستور تشکیل دیا۔1345ھ میں اس سابق دستور العمل میں کچھ ترمیم کے بعد نافذ کیا گیااب یہ عقدہ کہ سابق دستورالعمل کیا تھا،وہ نہ مل سکا۔نیا دستور العمل فارسی میں تحریر کیا گیاہے اوراس کی پندرہ دفعات ہیں

1952 ءمیں ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں عدالتی نظام چلانے کی خاطر قوانین نافذ کیے گئے ۔سب سے پہلے جس شخص نے قلات میں باقاعدہ طور پر محکمۂ قضاء کی بنیاد رکھی،وہ قلات کے موجودہ خوانین کے جد امجد میر احمد خان(1666-1695ء)ہیں۔

References

[1] Brāhwī Dr.Abdul Raḥmān,Bluchistān me Ṣaḥāba Kirām Brāhwī Acadmī quetta,2014,Pg:27

[2] Ibid

[3] Ibid,Pg:27-28

[4] Al Ḥamawī Shahāb Al Dīn Abū Abdullah Yāqūt Bin ‘abdullah Mu‘jam Al Buldān,Dār Ṣādir Beirūt 2nd Eidition,1995,Vol-5Pg:180

[5] Ibid,P,Vol-2,Pg:338-‘Abdul Mumin Bin ‘Adul Ḥaq,Ibn Shumāil Ṣafī Al Dīn,Al ‘Iṭlā’ ‘alā Asmā Al Amkina Wl Buqā‘,Dār Al jīl Beirūt,1st Eidition,1421,Vol-1,Pg:446

[6] Bluchistān me Ṣaḥāba Kirām,Pg:104

[7] Baloch Fārūq, Khān A‘ẓam Mīr Naṣīr Khān Nūrī,Ḥukūmt w siyāsat W Kirdār,Fastion Hous,2012,Pg:181

[8] Khān Qalāt Mīr Aḥmad yār Khān,Tārīkh Baloch Qum w Khawānīn Baloch,Lāhor Kitāb Ghar,2004,,Pg:53

[9] Ibid,Pg:53

[10] Khān A‘ẓam Mīr Naṣīr Khān Nūrī,Ḥukūmt w siyāsat W Kirdār,Pg:181

[11] Mengal Qāḍī Muḥammad Hārūn,‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Maktaba Al Bushrā Karāchī,2017,Pg:91

[12] Tārīkh Baloch Qum w Khawānīn Baloch,Pg:56-57

[13] ‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:93

[14] Barāhwī Dr. ‘Abdul Raḥmān,Shraḥ Dastūr Al ‘Amal Dīwānī Riyāsat Qallāt,Bābat 1952,Lāwu Book House Jināḥ Road Quetta,Pg:11-12-W ‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:93

[15] ‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:93-95

[16] ‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:95

[17] ‘Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:96

[18] Mengal Qāḍī Muḥammad Hārūn,Balochistān Me Mwḥkama Qaḍā Kā Pas Manẓar

[19] Qisṭ Chāram,Māhnāma ‘Islām Quetta,Ṣafar Al Muẓaffar 1430 ba Muṭābiq Feb 2009,Pg:17-W- Islām kā Niẓām Qaḍā W Taḥkīm,Pg:63